30

# اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کردو اور محبت، صلح، بہادری اور جوانمردی کو اپنا شعار بناؤ

(فرمودہ 29/اگست 1947ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''اِس دفعہ مجھے پاؤں کے درد کی تکلیف ڈیڑھ سال کے بعد ہوئی ہے جو کافی دنوں سے شروع ہے اور ابھی تک ہے۔ اور یہ تکلیف اتنی ہے کہ مَیں اپنے پاؤں پر زیادہ زور نہیں دے سکتا۔ مگر چونکہ موجودہ حالات کی وجہ سے مَیں اپنے دماغ پر بوجھ سا محسوس کرتا ہوں اِس لئے مجھے تھوڑا بہت چلنا ہی پڑتا ہے۔ اور جب چلتا ہوں تو تکلیف بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ پیر سُوج جاتا ہے اور درد میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر میرے لئے کھڑا ہونا تو چلنے سے بھی زیادہ مُضِر ہے۔ کیونکہ خون کے دباؤ کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ آج مَیں اپنے پاؤں پر کسی قدر دباؤ ڈال سکتا تھا اور چونکہ پچھلے جمعہ کو ناغہ ہو گیا تھا اِس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ جمعہ پڑھا دوں اور دوستوں کو بعض ضروری امور کی طرف توجہ دلا دوں۔

سب سے پہلے مَیں جماعت کو اِس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ زندگی اور موت کا سلسلہ انسان کے ساتھ لگا ہؤا ہے اور یہ سلسلہ اِسی طرح چلتا آیا ہے اور چلتا چلا جائے گا۔ بچے دنیا میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کی پیدائش کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور لوگ دنیا میں مرتے رہتے ہیں ان کی موت کو کوئی روک نہیں سکتا۔ مگر بعض لوگ ایک عرصہ دراز تک امن میں رہنے کی وجہ

سے اِن باتوں کو بُھول جاتے ہیں۔ جن قوموں کو لڑائیاں لڑنی پڑتی ہیں اُن کو یہ باتیں یاد ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی نظروں میں زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ وہ موت کو ایک کھیل سے زیادہ وقعت نہیں دیتیں۔ افغانستان کا ایک باشندہ یا سرحد کا ایک باشندہ بالکل ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں کا ایک باشندہ۔ لیکن ہمارے ہاں تو یہ حال ہے کہ اِدھر رات کو چوکیدار شہروں اور گاؤں میں جاگ جاگ کر پہرہ دے رہے ہوتے ہیں اور اُدھر پولیس پہروں پر متعیّن ہوتی ہے۔ لیکن افغانستان اور سرحد کے علاقوں میں نہ کوئی چوکیدار ہوتا ہے اور نہ ہی پولیس ہوتی ہے۔ اگر وہاں کسی شخص کی کوئی چیز چوری ہو جاتی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ چیز مَیں نے خود ہی نکلوانی ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے اِس کی چوری شدہ چیز کی واپسی میں اسکی مدد نہ کی تو یہ ہماری مدد نہ کرے گا۔ اِسی طرح وہاں جتھے اور پارٹیاں بن جاتی ہیں جو اپنے آپ کو منظّم کر لیتی ہیں۔

یورپین قومیں جو حاکم ہیں اُن کا بھی یہی حال ہے۔ اُن کی نظریں ہر وقت مملکت کی وسعت کی طرف لگی رہتی ہیں۔ اور اِس وسعتِ نگاہ کی وجہ سے اور ساتھ ہی اپنے دماغوں میں یہ نقشہ جماتے ہوئے کہ اگر ہماری مملکت میں بہت زیادہ پھیلاؤ ہو گیا تو ہمیں خوراک اچھی ملے گی اور تنخواہیں بھی زیادہ ملیں گی وہ قومیں اپنی حکومتوں کو مدد دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہیں اور گورنمنٹ کا ہاتھ بٹانے میں کبھی پَس وپیش نہیں کرتیں۔ اُن قوموں کے افراد اپنی حکومتوں کی بہبودی اور اُن کے مال ومتاع کی حفاظت کی خاطر بڑی سے بڑی قربانیاں کر گزرتے ہیں۔ مثلاً تجارت کا مال جہازوں میں لاتے وقت اگر دشمن حملہ کر دے تو بسا اوقات اِس قسم کے واقعات دیکھنے اور سُننے میں آتے ہیں کہ دشمن متواتر توپوں کے گولے برسا رہا ہے، ادھر سے اس جہاز کا توپچی بھی دشمن کے جواب میں گولے پھینک رہا ہے حتیٰ کہ دشمن کی بے پناہ گولہ باری کی وجہ سے ان کا جہاز ڈوبنا شروع ہو گیا ہے۔ اب جہاز ڈوبا جا رہا ہے، لوگ اپنی جانیں بچانے کے لئے کشتیوں میں بیٹھتے جا رہے ہیں اور صاف نظر آ رہا ہے کہ چند منٹوں کے اندر اندر جہاز تہہِ آب ہو جائے گا۔ لیکن جہاز کا توپچی برابر اپنے فرض کو ادا کرتے ہوئے اپنے دشمن پر گولے برسا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے آخری گولے کے ساتھ ہی جہاز غرق ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی توپچی بھی سمندر کی لہروں میں گُم ہو جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اُس توپچی کے اندر اِتنی جرأت اور دلیری کہاں سے آ گئی

کہ موت کو سامنے کھڑے دیکھ کر بھی وہ اپنے فرض کی ادائیگی سے نہ رُکا۔ ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ اُس کی یہ جرأت اور بہادری اُس کے ماحول کی وجہ سے تھی۔ وہ ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتا تھا جو لڑائیاں لڑتی رہتی تھی۔ یہ جرأت اور یہ حوصلہ امن میں رہنے والوں کے اندر کہاں آ سکتا ہے۔ امن میں رہنے والا تو ذرا سا کھٹکا دیکھ کر ہی بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں دشمن کے مقابلہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جانے سے زیادہ بزدلی اور کمزوری اَور کوئی نہیں۔ بھاگتے ہوئے دشمن کی طرف پیٹھ ہوتی ہے اور دیکھنے والی چیز آنکھ ہوتی ہے۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جو سر کی گدی سے دیکھتا ہو۔ ہر شخص آنکھ ہی سے دیکھتا ہے۔ اور دشمن سے مقابلہ کے وقت بھی اُسے آنکھ ہی سے دیکھا جا سکتا ہے نہ کہ پیٹھ پھیر کر سر کی گدی سے۔ اِس لئے اگر کوئی شخص دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے تو اِس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرف اُسے منہ کرنا چاہیئے تھا اُدھر وہ پیٹھ پھیر دیتا ہے۔ اور جس طرف اُسے پیٹھ رکھنی چاہیئے تھی اُس طرف وہ منہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ دشمن کے مقابلہ کے وقت بھاگنا ہی ہلاکت کا موجب ہوا کرتا ہے اور بھاگنے میں سو فیصدی موت ہوتی ہے۔ مقابلہ کی صورت میں تو زیادہ سے زیادہ پچاس فیصدی موت کا خدشہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اِس صورت میں یہ بھی ممکن ہوتا ہے کہ اُس کا دشمن غالب آ جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہوتا ہے کہ یہ دشمن پر غالب آ جائے۔ لیکن بھاگ جانے میں تو دشمن پر غالب آ جانے کا ایک فیصدی امکان بھی نہیں ہوتا۔

پس جس طرح ایک مومن کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں صلح اور امن سے زندگی بسر کرے۔ اِسی طرح اُس پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ دشمن سے مقابلہ ہو جانے کی صورت میں کبھی پیٹھ نہ دکھائے۔ مومن کو ہر بات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہونا چاہیئے۔ پس ہمیں اِس وقت ایسا نمونہ دکھانا چاہیئے کہ دشمن بھی ہمارے اس نیک نمونہ کا معترف ہو جائے۔ قومیں عام طور پر جنگ کے ایام میں دشمنی کی حدود سے گزر کر کمینگی اختیار کر لیا کرتی ہیں۔ مگر مومنوں کے پیشِ نظر ہر وقت یہ بات ہونی چاہیئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم دشمنی کرو تو ایک حد کے اندر کرو۔ اور جب تم دوستی کرو تو بھی ایک حد کے اندر کرو۔ 1 یعنی یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ دشمن کی کمینہ حرکات کے جواب میں تم بھی کمینگی اختیار کر لو۔ بلکہ تمہیں چاہیئے کہ

اخلاقِ فاضلہ سے کام لو۔ پس مَیں جماعت کے دوستوں کونصیحت کرتا ہوں کہ اِس ظلم اور ناانصافی کے موقع پر اپنے جذبات کو پوری طرح قابو میں رکھو۔ اور کسی حالت میں بھی رحم اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اگر تم دشمن کے ساتھ رحم اور انصاف کے ساتھ پیش آ ؤ گے تو اِس صورت میں خدا تعالیٰ بھی تمہیں مل جائے گا اور بندے بھی۔ مگر ظلم اور بے انصافی کی صورت میں نہ تو خدا تمہیں مل سکتا ہے اور نہ ہی بندے۔ اگر دشمن تم پر حملہ کر دے تو تمہارا اپنے بچاؤ اور دفاع کی خاطر اُس کے ساتھ لڑنا ناجائز نہیں کہلا سکتا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ تمہارے بچاؤ کو کوئی اَور معنوں میں لیتا پھرے۔ جیسے کہتے ہیں ایک بھیڑیا ندی میں سے پانی پی رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ پانی کے بہاؤ کی طرف بھیڑ کا ایک چھوٹا سا بچہ بھی پانی پی رہا ہے۔ بھیڑ کے بچے کو دیکھ کر بھیڑیے کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ اُس کے پاس پہنچا اور کڑک کر کہنے لگا۔ او نالائق! تجھے شرم نہیں آتی کہ مَیں پانی پی رہا تھا اور تُو پانی کو گدلا کر رہا تھا۔ بھیڑ کے بچے نے کہا مَیں تو پانی کے بہاؤ کی طرف پانی پی رہا تھا۔ آپ کے پینے کا پانی کیسے گدلا ہو گیا؟ بھیڑیا یہ سن کر طیش میں آ گیا اور کہنے لگا تجھے شرم نہیں آتی کہ ایک تو تُو نے قصور کیا ہے اور پھر گستاخی کرتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ بھیڑ کے بچے پر جھپٹا اور اُسے چِیر پھاڑ کر کھا گیا۔ پس اگر ہمارے ساتھ بھی یہی حال ہو تو اَور بات ہے۔ ورنہ کوئی انصاف پسند یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب دشمن نے تم پر حملہ کیا تھا تو تم نے بچاؤ کیوں کیا۔ اگر کوئی ایسا کہے گا تو وہ خود ذلیل ہو گا۔ ہاں اگر کوئی جھوٹی کہانی ہمارے خلاف بنالی جائے تو اَور بات ہے۔

پس مَیں دوستوں کو خاص طور پر اِس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ محبت، پیار اور صلح کو کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہ جانے دو تا کہ جب ہم خدا تعالیٰ کے حضور جائیں تو پاک اور صاف دل لے کر جائیں۔ اپنے دلوں کو بُغضوں اور کینوں سے پاک کر دو۔ اور محبت، صلح اور ساتھ ہی بہادری اور جوانمردی کو اپنا شعار بناؤ۔ کیونکہ ایک مومن جہاں امن پسند اور صلح جُو ہوتا ہے وہاں مومن سے بڑھ کر دلیر اور بہادر بھی کوئی نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک عام مومن دشمن کے دو افراد پر بھاری ہوتا ہے 2۔ اِس سے اعلیٰ ایمان والا دشمن کے دس افراد پر بھاری ہوتا ہے 3 مگر ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہؓ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیوض حاصل کئے تھے جنگوں کے زمانہ میں اُن میں سے ایک ایک نے دشمن کے سَو سَو

افراد کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ اِس وقت قادیان کی آبادی میں تین ہزار کے قریب نوجوان ہیں۔ اگر ان میں سے نصف یعنی پندرہ سو بھی دشمن کے مقابلہ میں نکل کھڑے ہوں تو جس نسبت سے صحابہؓ نے کفار کا مقابلہ کیا تھا اُس نسبت سے یہ پندرہ سو آدمی دشمن کی ڈیڑھ لاکھ فوج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہاں اِس کے لئے مضبوط ایمان کی ضرورت ہے۔ پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرو۔ اگر تم اپنے ایمان مضبوط کر لو گے تو مردانگی اور جرأت تمہارے اندر خود ہی آ جائے گی۔ اور ہر میدانِ مقابلہ میں فتح تمہارے قدم چُومے گی۔ لیکن ساتھ ہی اِس امر کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اگر خدا تعالیٰ تمہیں فتح نصیب کرے اور وہ اپنے وعدوں کے مطابق ضرور تمہیں فتح دے گا تو تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر ہندو کی عورت تمہاری ماں اور بہن ہے اور ہر سِکھ کی عورت تمہاری ماں اور بہن ہے۔ یہی وہ پاکیزگی کا بلند معیار ہے جس پر اسلام تمہیں کھڑا کرنا چاہتا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ کے فضل تم پر نازل ہونے شروع ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرے بندے باوجود مشتعل ہونے کے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے رحم اور انصاف پر قائم ہیں اور میری تعلیم سے انہوں نے منہ نہیں موڑا۔ مَیں کیوں اِن کی طرف سے منہ موڑ لوں۔ لیکن اگر تم رحم اور انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری نصرت سے ہاتھ کھینچ لے گا اور کہے گا کہ جب اِن کو میری تعلیم اور میرے احکام کی پروا نہیں تو مجھے اِن کی تائید کی کیا ضرورت ہے۔

دوسری بات جس کی طرف مَیں دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اِن ایّام میں باہر سے بہت سے لوگ قادیان آ رہے ہیں۔ اُن کے پاس نہ کھانے کا سامان ہوتا ہے نہ پینے کا۔ جو لوگ اپنے ساتھ کھانے پینے کی تھوڑی بہت چیزیں لے آئے ہیں ان کی تعداد بہت ہی قلیل ہے اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان سب کے خورونوش کا انتظام اِس وقت ہمارے ذمہ ہے۔ مگر اِس ذمہ داری کی ادائیگی کوئی آسان کام نہیں۔ جب قادیان میں ریل آئی تھی اور گڈّوں اور موٹروں کی آمد و رفت تھی تو باہر سے سامان منگوا لیا جاتا تھا۔ مگر یہ وقت ایسا ہے کہ نہ تو ریل ہی قادیان تک آتی ہے اور نہ ذرائع آمدورفت محفوظ ہیں۔ اِس لئے باہر سے آنے والوں کے لئے بھی اور قادیان کی آبادی کے لئے بھی ہمیں بہرحال قادیان سے ہی خورونوش کا انتظام کرنا پڑ رہا ہے۔

اِس انتظام کو نباہنے میں جس قدر مشکلات کا سامنا ہوسکتا ہے اُس کا اندازہ لگانا ہر شخص کا کام نہیں۔ اِس لئے مَیں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے کم سے کم خوراک پر گزر کی جائے اور کم سے کم لکڑی جلائی جائے۔ اِسی طرح مٹی کا تیل جہاں تک ہو سکے کم از کم استعمال کیا جائے۔ اگر تم مٹی کے تیل کے لیمپ کی روشنی میں کوئی کام کر رہے ہو اور تمہیں تھوڑے بہت وقفہ کے لئے لیمپ کے پاس سے اٹھنا پڑے تو لیمپ کو بُجھا کر اٹھو۔ اور کوشش کرو کہ پہلے سے چوتھا پانچواں بلکہ چھٹا حصہ تیل جلاؤ۔ اور جس گھر میں پہلے دس لیمپ جلا کرتے تھے اُن کی بجائے ایک لیمپ جلایا جائے۔ غرض ہر احمدی کم سے کم خوراک اور ضروریاتِ زندگی کی چیزیں استعمال کرے تا کہ حالات جو سُرعت کے ساتھ خطرناک ہوتے جا رہے ہیں ہمیں خورونوش کی تکالیف میں مبتلا نہ کر دیں۔ وقت نازک سے نازک تر ہوتا جا رہا ہے۔ اگر دوست ابھی سے اپنے کھانے پینے پر کنٹرول کر لیں گے تو ان کے پاس کچھ ذخیرہ خوراک کا بچ سکتا ہے جو اُن کے غریب اور تہی دست بھائیوں کے کام آئے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مجلس میں فرمایا اشعری لوگ بہت اچھے ہیں۔ اشعری لوگ بہت اچھے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُن کے اندر کیا خوبی ہے؟ آپؐ نے فرمایا جب اِس قوم کو کبھی قحط کا سامنا ہوتو وہ قوم اعلان کر دیتی ہے کہ قحط کا سامنا ہو رہا ہے۔ یہ اعلان سُنتے ہی اِس قوم کے تمام افراد اپنا اپنا غلہ لا کر ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔ اِس کے بعد اُس جمع شدہ غلہ کو تمام لوگوں میں بالکل برابر برابر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ غریب کیا اور امیر کیا سب کو یکساں حصہ ملتا ہے۔ کسی غریب اور امیر میں امتیاز نہیں کیا جاتا4۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ گُر بتایا ہے کہ ایسے مواقع پر غلہ جمع کر کے سب کو یکساں تقسیم کر دو۔ حالات بتا رہے ہیں کہ مستقبل قریب میں ایسا وقت آنے کا بھی امکان ہے کہ ہم اُس وقت ہر احمدی سے یہ امید رکھ سکیں کہ جس کے پاس بیس من ہو وہ بیس من، جس کے پاس تیس من ہو وہ تیس من، جس کے پاس ساٹھ من ہو وہ ساٹھ من۔ جس کے پاس ایک سیر ہو وہ ایک سیر اور جس کے پاس ایک پاؤ ہو وہ ایک پاؤ غلہ لا کر ایک جگہ جمع کر دے۔ اور پھر ہم اُس غلہ کو برابر برابر تقسیم کر دیں گے۔

تیسری چیز جس کی طرف میں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مصائب کے ایّام

میں عام طور پر لوگ بجائے اپنا شکوہ کرنے کے خدا تعالیٰ کا شکوہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ اے خدا! تیرے وعدے کدھر گئے ۔ اِس میں شبہ نہیں کہ بعض اوقات انسان مصائب سے گھبرا اُٹھتا ہے۔ مگر اس گھبراہٹ کے یہ معنی تو نہیں ہونے چاہئیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان ہی نہ رہے۔ مصائب اور شدائد میں مومنوں کے اندر بے چینی کا پایا جانا اَور چیز ہے اور خدا تعالیٰ سے گِلہ کرنا اَور بات ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے موقع پر جبکہ لشکرِ قریش نے مسلمانوں پر عام دھاوا بول دیا تھا نہایت رقّت کی حالت میں خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گر دُعا کرتے رہے کہ **اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلَکَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃُ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ** ۔5 یعنی اے میرے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت آج اِس میدان میں ہلاک ہوگئی تو دنیا میں تیری پرستش کرنے والا اور کوئی نہیں رہے گا۔ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ کے اندر بے چینی سی پائی جاتی تھی کیونکہ گو آپؐ کو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر کامل یقین تھا مگر آپؐ خدا تعالیٰ کی بے نیازی کو دیکھتے ہوئے برابر رقت کے ساتھ دعائیں کرتے رہے۔ اور اس دعا کے الفاظ بتاتے ہیں کہ آپؐ کو اپنی شہادت کا بھی خطرہ تھا۔ کیونکہ **فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ** تبھی صحیح ہوسکتا ہے جب آپ بھی اِس شہادت میں شامل ہوں۔ غرض باوجود اِس کے کہ آپؐ کو خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید کے وعدوں پر یقین کامل تھا آپؐ بیقرار ہو کر دعائیں کرتے رہے۔

پس خدا تعالیٰ کے وہ وعدے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہیں وہ بہرحال سچے ہیں اور اپنے اپنے وقت پر ضرور پورے ہوں گے۔ مگر کسی کا یہ کہنا کہ وہ وعدے 1947ء میں یا 1948ء میں کیوں پورے نہیں ہوئے بالکل حماقت ہے۔ خدا تعالیٰ کے غیر معیّن وعدوں کے لئے وقت کی تعیین کرنا ہمارے لئے جائز نہیں۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے وعدوں کی تعیّن کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ پر حاکم بننا چاہتا ہے۔ مومن کا کام تو صرف اِتنا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گر کر دعائیں کرتا رہے اور خدا تعالیٰ سے وہ چیز مانگتا رہے جو اُس کی اپنی نظروں میں اچھی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ تم وہ چیز مانگا کرو جو تمہاری نظروں کو اچھی لگے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے جب دعا مانگی تو انجیل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ نے یہی کہا کہ اے خدا! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے 6۔ ہاں آخر میں آپ نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر یہ

پیالہ ٹل نہیں سکتا تو پھر اے خدا! تیری مرضی پوری ہو7۔ اِسی طرح ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے دعا میں وہی کچھ مانگے جو اُسے اپنی نگاہ میں اچھا نظر آتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی کہے کہ اے خدا! جو کچھ میں مانگ رہا ہوں اگر یہ میرے لئے مناسب نہیں تو پھر جو تیرے نزدیک اچھا ہو وہی ہو۔ اگر مومن اِس رنگ میں دعائیں کریں تو خدا تعالیٰ وہی کرے گا جو اُس کے نزدیک اچھا ہوگا۔ ہم جن چیزوں کو بُرا سمجھتے ہیں جب تک اُن کے متعلق ہمیں خدا تعالیٰ سے علم نہ دیا جائے کہ یہ اچھی ہیں تب تک ہمارا فرض ہے کہ ہم دعائیں مانگتے رہیں کہ اے خدا! ہمیں ان سے بچالے۔ اور جب اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے متعلق علم دے دے کہ یہ اچھی ہیں تو بھی حضرت مسیحؑ کی طرح ہمیں یہ دعا مانگنی چاہیئے کہ اے خدا! ہمارے ساتھ وہ سلوک کر جو تیرے نزدیک اچھا ہے۔ گویا علم ہونے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی ہمارا کام صرف دعائیں کرنا ہی ہے۔ آگے خدا تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے۔ حضرت مسیحؑ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے سب حالات سے آگاہ کر دیا تھا مگر پھر بھی وہ دعائیں مانگتے رہے۔ پس مومن کا کام صرف دعائیں کرنا ہے۔ کسی کا غیر ذمہ دارانہ طور پر یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ کا فلاں وعدہ فلاں وقت میں پورا کیوں نہیں ہوا بالکل نادانی کی بات ہے۔ ہم یہ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرے گا وہ ہمارے لئے بہتر ہوگا۔ مگر ممکن ہے کہ الف یا ب نے اپنے ذہن کے اندر جو نقشہ جما رکھا ہو اُس کے مطابق نہ ہو۔ پس کسی الف یا ب کا یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے خیالی نقشہ کے مطابق کیوں نہیں کیا سراسر حماقت ہے۔ اور اِس کا یہ مطلب ہے کہ وہ خدا تعالیٰ پر حاکم بننا چاہتے ہیں۔ کیا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہو سکتے ہیں؟ یا آپؐ سے بالا ہو سکتے ہیں کہ یہ کہیں کہ اگر خدا تعالیٰ ایسا نہ کرے جیسا کہ ہمارے خیال میں ہے تو ٹھیک؟ نہیں۔ ایسا کہنا تو کفر ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک دفعہ رات کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو مَیں نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر نہیں ہیں۔ (یہ بات حضرت عائشہؓ کے اُس زمانے کی ہے جب کہ انہوں نے پوری طرح عرفان حاصل نہ کیا تھا اور ابھی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے پوری طرح فیضیاب نہ ہوئیں تھیں۔ بعد میں تو اُنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں کافی عرصہ رہنے کی وجہ سے وہ عرفان حاصل کیا جو اُمتِ محمدیہؐ کی عورتوں میں ایک

کامل نمونہ تھا) مَیں نے خیال کیا کہ آپؐ اپنی دوسری بیویوں میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ اِس خیال سے میں ہر ایک بیوی کے گھر گئی اور سب کے دروازے کھٹکھٹائے مگر یہی جواب ملا کہ آپؐ یہاں نہیں ہیں۔ آخر مَیں مسجد کے اندر گئی تو مَیں نے دیکھا کہ آپؐ سجدہ میں پڑے ہیں اور اِس طرح نڈھال ہو رہے ہیں جیسے سخت کرب اور اضطراب میں ہیں۔ مَیں نے سُنا تو آپؐ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَ خَیَالِیْ اٰمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ وَ اَقَرَّبِکَ لِسَانِیْ فَھَا اَنَا ذَابَیْنَ یَدَیْکَ یَا عَظِیْمُ یَاغَافِرَ الذَّنْبِ الْعَظِیْمِ. جو لوگ عربی تھوڑی جانتے ہیں وہ اِس کا لفظی ترجمہ کیا کرتے ہیں اور اِسی وجہ سے وہ صحیح معنوں پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ اصل بات یہ ہے کہ اِس دعا کے اندر بعض چیزیں محذوف ہیں۔ اگر محذوف قصہ نکال دیا جائے تو اس کا مفہوم بالکل بدل جاتا ہے۔ اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اے میرے اللہ! سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَ خَیَالِیْ میرا جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور میرا سارا خیال تیرے حضور سجدہ میں گرا پڑا ہے۔ وَ اٰمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ میرا دل تجھ پر ایمان رکھتا ہے۔ وَ اَقَرَّبِکَ لِسَانِیْ اور میری زبان تیرے احسانوں کا اقرار کرتی ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور یہ کہتا ہے کہ اے خدا! میرا جسم، میرا خیال، میرا دل اور میری زبان تیرے حضور حاضر ہیں تو اِس اقرار کے بعد اُس پر بہت سی ذمہ داریاں خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد ہو جاتی ہیں۔ اِس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آگے چل کر فرماتے ہیں فَھَا اَنَا ذَابَیْنَ یَدَیْکَ۔ اے خدا! اب ان اقراروں کے بعد جو ذمہ داریاں مجھ پر عائد ہوتی ہیں ممکن ہے مَیں ان ذمہ داریوں سے پوری طرح عُہدہ برآ نہ ہو سکوں اِس لئے میں تیرے دربار میں ایک مجرم کے طور پر حاضر ہوا ہوں۔ اگر اِس دعا میں سے محذوف نہ نکالے جائیں تو اِس کے کوئی معنی ہی نہ ہونگے۔ اِس کا لفظی ترجمہ تو یہ ہوگا کہ اے خدا! میں نے تیرے سامنے سجدہ کیا۔ اے خدا! میں تجھ پر ایمان لایا۔ اے خدا! میری زبان تیرا اقرار کرتی ہے۔ اب اے عظیم خدا! مَیں تیرے سامنے حاضر ہوں۔ اِن الفاظ کا تو کوئی مطلب ہی نہیں بنتا۔ پس یہی معنی صحیح ہیں کہ اے میرے خدا! ان تمام اقراروں کے بعد جو ذمہ داریاں مجھ پر عائد ہوتی ہیں اُن کے بارہ میں ایک مجرم کی حیثیت میں تیرے دربار میں حاضر ہوا ہوں۔ اے عالی مرتبت اور باعظمت خدا! میں تیرے سامنے گر گیا

ہوں تُو میری مدد فرما کہ مَیں ان ذمہ داریوں سے عُہدہ برآ ہوسکوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کامل وجود تھے۔ اسی طرح آپ نے اِس دعا کو بھی کامل بنا دیا۔ آپؐ نے اِس دعا میں یَاغَافِرَ الذَّنْبِ الْعَظِیْمِ کہہ کر خدا تعالیٰ کی عظمت کو جوش دلایا ہے۔ یعنی ایک طرف تو آپ خدا تعالیٰ کے حضور یہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! بے شک مَیں اپنی ذمہ داریوں کے ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ مگر ساتھ ہی یہ عرض کرتے ہیں کہ تُو بھی تو عظیم ہستی ہے۔ میری کوتاہی کتنی بھی بڑی ہو تیری عظمت کے سامنے تو کوئی چیز نہیں۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی بشری کمزوری کو عظیم کہتے ہوئے خدا تعالیٰ کی صفتِ عظیم کو پکارا اور اِس طرح اُس کی محبت کو اُبھارا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ہارونؑ کی داڑھی پکڑی تو حضرت ہارونؑ نے کہا یَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ 8 یعنی اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی نہ پکڑ۔ یہ سن کر حضرت موسیٰؑ کے سامنے اپنے بچپن کے حالات اور ماں کی محبت کے نظارے آ گئے اور حضرت موسیٰؑ کا دل ٹھنڈا ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی یہی طریق استعمال کیا اور اپنے سامانوں کی کمی کو تسلیم کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی صفتِ عظیم کو پکارا۔ اور کہا یَا غَافِرَ الذَّنْبِ الْعَظِیْمِ۔ اے بڑے سے بڑی ہستی! اے عظیم المرتبت خدا! اے بڑے سے بڑا گناہ بخش دینے والے خدا! میں اِن تمام اقراروں کے بعد تیرے دربار میں اپنی کوتاہ دامنی کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوں۔ کیا لطیف اور کامل دُعا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں سکھائی ہے۔ اِس میں انسان کے جذبات یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر پرواز کر رہے ہیں۔ غرض حضرت عائشہؓ نے جب آپ کو سجدہ میں یہ دُعا کرتے ہوئے دیکھا تو شرمندہ ہو کر واپس آ گئیں۔ مَیں سمجھتا ہوں یہ دُعا جو آپ نے ہمیں سکھائی ہے نہایت ہی لطیف اور کامل دعا ہے کہ اَللّٰھُمَّ سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَ خَیَالِیْ وَ اٰمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ وَ اَقَرَّ بِکَ لِسَانِیْ فَھَا اَنَا ذَا بَیْنَ یَدَیْکَ یَا عَظِیْمُ یَاغَافِرَ الذَّنْبِ الْعَظِیْمِ.

پس دعائیں کرو اور کثرت سے دعائیں کرو اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پر توکل بھی رکھو کہ وہ جو کچھ کرے گا ہمارے لئے بہتر ہو گا۔ اور حضرت مسیحؑ کی طرح کہو کہ اے ہمارے خدا! ہم سمجھے تو یہی ہیں کہ فلاں چیز ہمارے لئے بہتر ہے لیکن تُو وہی کر جو تیری نظروں میں ہمارے لئے بہتر ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مومن ہمیشہ عقل و خرد سے کام لیتا ہے اور وہ ہر کام کرتے وقت دیکھتا ہے

کہ یہ کام دین کے لئے مفید ہے یا نہیں۔ پس اصل بات یہ ہے کہ ہر کام کرتے وقت مومنوں کے مدنظر یہ بات ہونی ضروری ہے کہ دین کس پہلو سے مضبوط ہوسکتا ہے۔ پس اِن پُرخطر ایام میں خدا تعالیٰ کے حضور دن اور رات دعاؤں میں لگے رہو اور اُس کا فضل مانگتے رہو۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ آمین۔" (الفضل 31 مارچ 1948ء)

---

1: ترمذی ابواب البرّ و الصّلة باب ما جاء فِی الاقتصاد فِی الحُبِّ وَ الْبُغْض۔

2: اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (الانفال:66)

3: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (الانفال:67)

4: مسلم کتاب فضائل الصحابة باب مِنْ فضائل الاشعریین

5: مسلم کتاب الجهاد باب الامداد بالْمَلائِكَةِ فِیْ غَزْوَةِ بدرو ......(الخ)

6: متی باب 26 آیت:39

7: متی باب 26 آیت:42

8: طٰهٰ:95